اثرات کے ماتحت اردو شاعری میں روز بروز نمایاں ہوتے جارہے ہیں۔لیکن افسوس ہے کہ ادبی اعتبار سے ہم اس مجموعہ کی تمام نظموں کو ۴۲ء کی بہترین نظمیں تسلیم نہیں کرسکتے۔ن۔م راشد اور میراجی کی شاعری کو تو ہم آج تک نہیں سمجھ سکے کہ اس کو ادب کی کس صف میں شمار کریں۔تاہم جوش۔ روش۔اختر الایمان۔جذبی احمد ندیم قاسمی۔اعجاز اور آزاد وغیرہم کی نظمیں ایسی ضرور ہیں کہ ان کو ۴۲ء کی بہترین نہیں تو بہتر نظمیں ضرور کہا جاسکتا ہے۔

سودائی از رشید اختر صاحب ندوی تقطیع خورد ضخامت ۲۲۳ صفحات کتابت وطباعت اور کاغذ متوسط قیمت مجلد عہ گردپوش خوبصورت پتہ:۔ اردو بک اسٹال لاہور۔

رشید اختر صاحب ندوی اردو میں ناول نگاری کے میدان کے نئے رہ نورد ہیں۔اس سے پہلے ان کے دو ناول شائع ہوچکے ہیں جو ہماری نظر سے نہیں گذرے۔لیکن اس ناول سے اندازہ ہوتا ہے کہ لائق مصنف میں کامیاب ناول نگار ہونے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں۔پلاٹ کی عمدگی اور خوبی کے ساتھ ان کی زبان بھی ان اسقام سے پاک ہے جو آج کل کے عام نوجوان افسانہ نگاروں میں پائے جاتے ہیں۔

اس ناول کے قصہ میں سب سے بڑی جدت یہ ہے کہ عموماً عشق کا آغاز لڑکوں سے ہوتا ہے لیکن مصنف نے اس میں یہ دکھایا ہے کہ تین لڑکیاں رشیدہ۔حسینہ۔اور حسنا جو معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی ہیں اور انگریزی تعلیم یافتہ بھی ہیں بیک وقت ایک نوجوان مگر کیرکٹر کے مضبوط اور وفا سرشت نعیم پر عاشق ہوجاتی ہیں۔رشیدہ نعیم کی پھوپی زاد بہن ہے اس لئے دونوں کی منگنی بھی ہوجاتی ہے۔حسینہ، نعیم کے استاد کی جو دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں بہت ہی چہیتی بیٹی ہے۔اور حسنا حسینہ کی سہیلی۔ایک معزز سرکاری عہدہ دار کی اکلوتی دختر نیک اختر ہے۔نعیم خوش اخلاقی کی وجہ سے ان دونوں لڑکیوں سے محبت کرتا اور ان کی محبت کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔چنانچہ ان کے ساتھ وہ کشمیر بھی جاتا ہے

اور یہاں کی سرسبز و شاداب وادیاں ان کے نغماتِ محبت سے گونج اٹھتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس کا دل رشیدہ کی محبت سے غافل نہیں ہوتا اور وہ تعلیم سے فراغت کے بعد اسی سے شادی کرنے کا عزمِ بالجزم رکھتا ہے۔ آخرکار ایک دن نعیم کو اچانک اپنی بہن کے خط سے اطلاع ملتی ہے کہ رشیدہ ایک حولدار کے ساتھ گھر کا زیور وغیرہ لیکر فرار ہوگئی ہے۔ نعیم کو اس حادثہ سے اس درجہ تاثر ہوتا ہے کہ وہ دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے اور پاگل خانہ میں بند کردیا جاتا ہے۔ نعیم کے پاگل ہوتے ہی اس کی عاشق زار حسینہ نعیم کے خیال کو دل سے نکال باہر کرتی ہے اور جلد ہی ایک نوجوان بشیر سے شادی کرلیتی ہے جس سے وہ پہلے سیدھے منہ بات کرنا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔ البتہ حسنا اب بھی نعیم سے اسی طرح محبت کرتی ہے اور نعیم کی اس حالت کو دیکھکر وہ خود بھی نیم پاگل سی ہوگئی ہے اور اب اس کا محبوب ترین مشغلہ یہ ہے کہ روزانہ پاگل خانہ جاکر گھنٹوں اُس سے بات چیت کرتی رہتی ہے۔

اس ناول سے اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ اعلیٰ طبقہ کی روشن خیالی نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو آزادی کے ساتھ خلاملا کرنے کی اجازت دیکر ہماری معاشرت کے جسم کو کس درجہ مسموم کردیا ہے۔ ناول کا قصہ فرضی سہی۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ آج اس قصہ کا مصداق ہزاروں خاندانوں میں نہیں پایا جا سکتا۔ فنی اعتبار سے مصنف سے بعض فروگذاشتیں بھی ہوگئی ہیں۔ جو امید ہے مشقِ تحریر کی ترقی کے ساتھ ساتھ خود اصلاح پذیر ہوجائیں گی۔